

دَأَيْرَةُ السُّوءِ وَاللَّهُ سَيِّدُ عَلَيْهِ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ
 يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَحَدُّ مَا يُنْفِقُ قُرْبَتِ
 عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتُ الرَّسُولِ ۝ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۝
 سَيِّدُ خَلْقِهِمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ۝ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
 وَالشَّيْقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
 اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ لَّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعْدَ اللَّهُمْ
 جَلَّتِي تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ ذَلِكَ الْفُوزُ
 الْعَظِيمُ ۝ وَمِنْ حَوْلِكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنْقَقُونَ ۝ وَمِنْ أَهْلِ
 الْمَدِينَةِ قَشْمَرْدُ وَأَعْلَى التِّفَاقِ فَلَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ

مع
بِهِمْ
بِهِمْ
بِهِمْ
بِهِمْ

حال انکہ بدی کا چکر خود انہی پر مسلط ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اور انہی بدویوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں تقرب کا اور رسول کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ہاں! وہ ضرور ان کے لیے تقرب کا ذریعہ ہے اور اللہ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یقیناً اللہ درگز رکرنے والا اور حمر فرمانے والا ہے ۹۶۔

وہ مہاجر و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راست بازی کے ساتھ ان کے یچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغِ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ تمہارے گروپیں جو بدوی رہتے ہیں ان میں بہت سے منافق ہیں اور اسی طرح خود مدینہ کے باشندوں میں بھی منافق موجود ہیں جو نفاق میں طاق ہو گئے ہیں۔ تم انھیں نہیں جانتے، ہم ان کو جانتے ہیں [۹۷]۔

رضائے الہی کی خاطر نہیں دیتے بلکہ بادل ناخواست اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لیے دیتے ہیں۔

[۹۷] یعنی اپنے نفاق کو چھپانے میں وہ اتنے مشاق ہو گئے ہیں کہ خود نبی ﷺ بھی اپنی کمال درجے کی فراست کے باوجود ان کو

نہیں پہچان سکتے تھے۔

سَنُعَلِّيهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١﴾
 وَآخَرُونَ أَعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا أَعْمَالًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا
 عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢﴾
 مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ طَهِيرَهُمْ وَتَزْكِيَّهُمْ بِهَا وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمْ
 إِنَّ صَلَوَاتَكَ سَكُنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلَيْهِمْ ﴿٣﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا
 أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبِلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ
 وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَابُ الرَّحِيمُ ﴿٤﴾ وَقُلِّ اعْمَلُوا فَسَيَرِي اللَّهُ
 عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَى عِلْمِ الْغَيْبِ

قریب ہے وہ وقت جب ہم ان کو دوہری سزادیں گے، [۹۸] پھر وہ زیادہ بڑی سزا کے لیے واپس لائے جائیں گے۔ کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراض کر لیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے، کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعد نہیں کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے کیوں کہ وہ درگز رکنے والا اور حرم فرمانے والا ہے۔ اے نبی، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور (تینی کی راہ میں) انھیں بڑھاؤ، اور ان کے حق میں دعاۓ رحمت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لیے وجہ تسلیم ہو گی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی خیرات کو قبولیت عطا فرماتا ہے، اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے؟ اور اے نبی، ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم عمل کرو، اللہ اور اس کا رسول اور مومنین سب دیکھیں گے کہ تمہارا طرز عمل اب کیا رہتا ہے! [۹۹] پھر تم اس کی طرف پہنائے جاؤ گے جو کھلے اور چھپے سب کو جانتا ہے

[۹۸] دوہری سزا سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ دنیا جس کی محبت میں بنتا ہو کر انہوں نے ایمان و اخلاق کے بجائے منافق اور غداری کا روایہ اختیار کیا ہے، ان کے ہاتھ سے جائے گی اور یہ مال و جاہ اور عزت حاصل کرنے کے بجائے اٹی ڈالت و نامزادی پائیں گے۔ دوسری طرف جس مشن کو یہ ناکام دیکھنا اور اپنی چال بازیوں سے ناکام کرنا چاہتے ہیں وہ ان کی خواہشوں اور کوششوں کے علی الرغم ان کی آنکھوں کے سامنے فروغ پائے گا۔

[۹۹] یہاں جھوٹے مدعی ایمان اور گزاروں کا فرق صاف واضح کر دیا گیا ہے۔ جو شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر فی الواقع خدا اور اس کے دین اور جماعت مومنین کے ساتھ کوئی خلوص نہیں رکھتا اس کے عدم اخلاص کا ثبوت اگر اس کے طرز عمل سے مل جائے تو اس کے ساتھ تختی کا برداشت کیا جائے گا۔ خدا کی راہ میں صرف کرنے کے لیے وہ کوئی مال پیش کرے تو اسے رد کر دیا جائے گا، مر جائے تو نہ مسلمان اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور نہ کوئی مومن اس کے لیے دعاۓ مغفرت کرے گا جا ہے وہ اس کا باب پیا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

وَالشَّهَادَةِ فَيَتَعَذَّرُكُمْ يِهَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَآخِرُونَ مُرْجُونَ
لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يَعْدِلُهُمْ وَإِمَّا يَسْوُبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

اور وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ [۱۰۰]

کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کا معاملہ ابھی خدا کے حکم پر صحیرا ہوا ہے، چاہے انھیں سزا دے اور چاہے ان پر از سرنومہ ربان ہو جائے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکیم و دانا ہے۔ [۱۰۱]

خلاف اس کے جو شخص مومن ہو اور اس سے کوئی غیر مخلصانہ طرز عمل سرزد ہو جائے وہ اگر اپنے قصور کا اعتراف کر لے تو اس کو معاف بھی کیا جائے گا، اس کے صدقات بھی قبول کیے جائیں گے اور اس کے لیے دعاۓ رحمت بھی کی جائے گی۔ اب رہی یہ بات کہ کس شخص کو غیر مخلصانہ طرز عمل کے صدور کے باوجود منافق کے بجائے محض گناہ گار مومن سمجھا جائے گا تو یہ تمیں معیاروں سے پر کھی جائے گی جن کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے:

(۱) وہ اپنے قصور کو کسی تاویل و توجیح کے بجائے سیدھی طرح صاف صاف مان لے گا۔ (۲) اس کے سابق طرز عمل پر نگاہ ڈال کر دیکھا جائے گا کہ یہ عدم اخلاص کا عادی مجرم تو نہیں ہے۔ اگر اس کا عملی روایہ پہلے خیر و صلاح کا رہا ہے تو باور کر لیا جائے گا کہ یہ شخص ایک کمزوری ہے جو وقتی طور پر رونما ہو گئی ہے۔ (۳) اس کے آئندہ طرز عمل پر نگاہ رکھی جائے گی کہ آیا اس کا اعتراف قصور محض زبانی ہے یا نی ا الواقع اس کے اندر کوئی گہرا احساس نہامت موجود ہے۔ اگر وہ اپنے قصور کی تلافی کے لیے بے تاب نظر آئے تو سمجھا جائے گا کہ وہ حقیقت میں نادم ہے اور یہ نہامت ہی اس کے ایمان و اخلاص کی دلیل ہو گی۔

محمد شین نے ان آیات کی شان نزوں میں جو واقعہ بیان کیا ہے اس سے یہ مضمون آئینہ کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیات ابو لبابہ بن عبد المنذر را در ان کے چھ ساتھیوں کے معاملہ میں نازل ہوئی تھیں۔ ابو لبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیعت عقبہ کے موقع پر بھارت سے پہلے اسلام لائے تھے۔ پھر جنگ بدر، جنگ احد اور دوسرے معزکوں میں برابر شریک رہے۔ مگر غزوہ توبوک کے موقع پر نفس کی کمزوری نے غلبہ کیا اور یہ کسی عذر شرعی کے بغیر بیٹھنے رکھ گئے۔ ایسے ہی مخلص ان کے دوسرے ساتھی بھی تھے اور ان سے بھی یہ کمزوری سرزد ہو گئی۔ جب نبی ﷺ غزوہ توبوک سے واپس تشریف لائے اور ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ یقیناً رہ جانے والوں کے متعلق اللہ اور رسول کی کیا رائے ہے تو انہیں سخت نہامت ہوئی۔ قبل اس کے کہ کوئی باز پرس ہوتی انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور کہا کہ ہم پر خواب و خور حرام ہے جب تک ہم معاف نہ کر دیے جائیں، یا پھر ہم مر جائیں۔ چنانچہ کوئی روز وہ اسی طرح بے آب و دانہ اور بے خواب بندھے رہے حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر گرپڑے۔ آخراً رب اجنبیں بتایا گیا کہ اللہ اور رسول نے تمہیں معاف کر دیا تو انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ ہماری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ جس گھر کی آسائش نے ہمیں فرض سے غافل کیا اسے اور اپنے تمام مال کو خدا کی راہ میں دے دیں۔ مگر نبی ﷺ نے فرمایا کہ سارا مال دینے کی ضرورت نہیں صرف ایک تھائی کافی ہے۔ چنانچہ وہ انہوں نے اسی وقت فی نبیل اللہ وقف کر دیا۔ اس قصہ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کے ہاں معافی کس قسم کی کمزوریوں کے لیے ہے۔ یہ سب حضرات عادی غیر مخلص نہ تھے بلکہ ان کا پچھلا کارنامہ زندگی ان کے اخلاص ایمانی پر دلیل تھا۔ ان میں سے کسی نے عذرات نہیں تراش بلکہ اپنے قصور کو خود ہی تصور مان لیا۔ انہوں نے اعتراف قصور کے ساتھ اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی نہایت نادم اور اپنے اس گناہ کی تلافی کے لیے سخت بے چین ہیں۔

[۱۰۰] مطلب یہ ہے کہ آخر کار معاملہ اس خدا کے ساتھ ہے جس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ اس لیے بالفرض اگر کوئی شخص دنیا

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ طَوَّلَ حِلْقَنْ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَى طَوَّلَ حِلْقَنْ إِنْ شَهَدُ إِنَّهُمْ لَكُذَّبُونَ لَا تَقْعُمْ فِيهِ أَبَدًا طَسْجِدًا أُسَسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقْوُمَ فِيهِ طَفِيلٌ رِجَانٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا طَوَّلَ اللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ أَقْمَنْ أَسَسَ بُنْيَانَهُ

پچھا اور لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کے لیے کہ (دھوت حق کو) نقصان پہنچائیں، اور (خدا کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں، اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں، اور (اس بظاہر عبادت گاہ کو) اس شخص کے لیے کہیں گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے رسول کے خلاف بر سر پیکار ہو چکا ہے۔ وہ ضرور قسمیں کہا کہا کر کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسرا چیز کا نہ تھا۔ مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔ تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا۔ جو مسجد اول روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔^[۱۰۲] پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنے عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس میں اپنے نفاق کو چھپا نے میں کامیاب ہو جائے اور انسان جس جن معیاروں پر کسی کے ایمان و اخلاق کو پرکھ سکتے ہیں ان سب پر بھی پورا اتر جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ نفاق کی سزا پانے سے نکلا ہے۔

[۱۰۱] یہ لوگ ایسے تھے جن کا معاملہ مشکوک تھا۔ نہ ان کے منافق ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا تھا نہ گارم مون ہونے کا۔ ان دونوں چیزوں کی علامات ابھی پوری طرح نہ ابھری تھیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے معاملہ کو ملتی رکھا۔ نہ اس معنی میں کہ فی الواقع خدا کے سامنے معاملہ مشکوک تھا، بلکہ اس معنی میں کہ مسلمانوں کو کسی شخص یا گروہ کے معاملہ میں اپنا طرز عمل اس وقت تک متین نہ کرنا چاہیے جب تک اس کی پوزیشن ایسی علامات سے واضح نہ ہو جائے جو علم غیر سے نہیں بلکہ حس اور عقل سے جانچی جاسکتی ہوں۔

[۱۰۲] نبی ﷺ کے مدینے تشریف لے جانے سے پہلے قبیلہ نصریح میں ایک شخص ابو عامر نامی تھا جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی را ہب بن گیا تھا۔ اس کا شارع علمائے اہل کتاب میں ہوتا تھا۔ جب نبی ﷺ مدینے پہنچنے تو اس نے آپ کی نبوت اور دھوت کو اپنی مشیت کے لیے پیام موت سمجھ کر خافت شروع کر دی۔ جنگ احمد سے لے کر جنگ حنین تک جتنی لڑائیاں مشرکین عرب اور مسلمانوں کے درمیان ہوئیں ان سب میں یہ عیسائی درویش اسلام کے خلاف شرک کا سرگرم حایی رہا۔ آخر میں عرب کو چھوڑ کر اس نے روم کا رخ کیا تاکہ قیصر کو اس ”خطرے“ سے آگاہ کرے جو عرب سے سراخہار ہاتھا۔ یہ وہی موقع تھا جب مدینہ میں یہ اطلاعات پہنچیں کہ قیصر عرب پر

عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ قَنْ أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ
شَفَاعَ جُرُفٍ هَارِ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّلَمِينَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمْ أَلَذِي بَنَوْا رِبْيَةً فِي

کی رضا کی طلب پر کھی ہویا وہ جس نے اپنی عمارت ایک واوی کی کھوکھی بے ثبات گلرپ [۱۰۳] اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری؟ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی را نہیں دکھاتا۔ [۱۰۴] ایسی عمارت جوانہوں نے بنائی ہے، ہمیشہ ان کے

چڑھائی کی تیاریاں کر رہا ہے اور اسی کی روک تھام کے لیے نبی ﷺ تو بوك کی مہم پر جانا پڑا۔

ابو عامر راہب کی ان تمام سرگرمیوں میں مدینہ کے منافقین کا فقین کا ایک گروہ اس کے ساتھ شریک سازش تھا۔ جب وہ روم کی طرف روانہ ہونے لگا تو اس کے اور ان منافقوں کے درمیان یہ قرار داد ہوئی کہ مدینہ میں یہ لوگ اپنی ایک الگ مسجد بنالیں گے تاکہ عام مسلمانوں سے فوج کر منافق مسلمانوں کی علیحدہ جنگ بندی اس طرح کی جائے کہ اس پر نہ ہب کا پردہ پڑا رہے اور آسانی سے اس پر کوئی شبہ نہ کیا جاسکے، اور وہاں نہ صرف یہ کہ منافقین مختلف ہو سکیں اور آئندہ کارروائیوں کے لیے مشورے کر سکیں، بلکہ ابو عامر کے پاس سے جو ایجنت خبریں اور ہدایات لے کر آئیں وہ بھی غیر مشتبہ فقیروں اور مسافروں کی حیثیت سے اس مسجد میں ٹھیک رکھ سکیں۔ یہ تھی وہ ناپاک سازش جس کے تحت وہ مسجد تیار کی گئی تھی جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

مدینہ میں اس وقت دو مسجدیں تھیں۔ ایک مسجد قبا جو شہر کے مضائقات میں تھی، دوسری مسجد نبوی جو شہر کے اندر تھی۔ ان دو مسجدوں کی موجودگی میں ایک تیسرا مسجد بنانے کی کوئی ضرورت نہ تھی، بلکہ اس سے مسلمانوں کی جماعت میں خواہ مخواہ کی تغیریں رونما ہونے کا اندیش تھا۔ اس لیے یہ لوگ مجبور ہوئے کہ اپنی علیحدہ مسجد بنانے سے پہلے اس کی ضرورت ثابت کریں۔ چنانچہ انہوں نے نبی ﷺ کے سامنے اس تغیریتو کے لیے یہ ضرورت پیش کی کہ بارش میں اور جائزے کی راتوں میں عام لوگوں کو اور خصوصاً ضعیفوں اور معذوروں کو، جو ان دونوں مسجدوں سے دور رہتے ہیں، پانچوں وقت حاضری دینی مشکل ہوتی ہے۔ لہذا ہم محض نمازوں کی آسانی کے لیے یہ ایک نبی مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔

اس طرح انہوں نے اس کی تعمیر کی اجازت لی اور اس سے اپنی سازشوں کا اڈہ بنالیا۔ وہ چاہتے تھے کہ نبی گودھوک دے کر آپ سے اس کا افتتاح کرائیں۔ مگر آپ نے یہ کہہ کہ نال دیا کہ ”اس وقت میں جنگ کی تیاری میں مشغول ہوں اور ایک بڑی ہم دریثیں ہے۔ اس مہم سے واپس آ کر دیکھوں گا۔“ اس کے بعد آپ تو بوك کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ کے پیچھے یہ لوگ اس مسجد میں اپنی جنگ بندی اور سازش کرتے رہے، واپسی پر جب نبی ﷺ مدینہ کے قریب ذی او ان کے مقام پر پہنچے تو یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ نے اسی وقت چند آدمیوں کو مدینہ کی طرف بھیج دیا تاکہ آپ کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے پہلے وہ اس مسجد ضرار کو سماز کر دیں۔

[۱۰۳] متن میں لفظ ”جُرُفٍ“ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق عربی زبان میں کسی ندی یا دریا کے اس کنارے پر ہوتا ہے جس کے نیچے کی مٹی کو پانی نے کاٹ کر بہا دیا ہو اور اپ کا حصہ بے سہارا کھڑا ہو۔ جو لوگ اپنے عمل کی بنیاد خدا سے بے خوفی اور اس کی رضا سے بے نیازی پر کھتھتے ہیں ان کی تعمیر حیات کو یہاں اس عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایسے ایک کھوکھلے بے ثبات کنارہ دریا پر اٹھائی گئی ہو۔

[۱۰۴] ”سیدھی راہ یعنی وہ راہ جس سے انسان با مراد ہوتا اور حقیقی کامیابی کی منزل پر پہنچتا ہے۔

۱۴ قُلُّوْبُهُمْ إِلَّا أَنْ تَقْطَعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ
إِنَّ اللَّهَ أَشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
إِنَّ اللَّهَ الْجَنَّةَ طِيقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ

دولوں میں بے یقینی کی جزئی رہے گی (جس کے نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں) بھر اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں [۱۰۵] اللہ نہایت باخبر اور حکیم و دانہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مونوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بد ل خرید لیے ہیں [۱۰۶] اور اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے ہیں۔

[۱۰۵] یعنی ان لوگوں نے منافقانہ کر دغا کے اتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر کے اپنے دلوں کو بھیشہ بھیشہ کے لیے ایمان کی صلاحیت سے محروم کر لیا ہے اور بے ایمانی کا روگ اس طرح ان کے دلوں کے ریشے ریشے میں پیوست ہو گیا ہے کہ جب تک ان کے دل باقی ہیں یہ روگ بھی ان میں موجود ہے گا۔

[۱۰۶] یہاں ایمان کے اس معاملے کو جو خدا اور بندے کے درمیان طے ہوتا ہے، بیچ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان دراصل ایک معاملہ ہے جس کی رو سے بندہ اپنا نفس اور اپنا مال خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور اس کے معاملہ میں خدا کی طرف سے اس وعدے کو قبول کر لیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسرا زندگی میں وہ اسے جنت عطا کرے گا۔ اس اہم مضمون کے تضمینات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس بیچ کی حقیقت کو اچھی طرح ہن شیئن کر لیا جائے۔

جبکہ اصل حقیقت کا تعلق ہے، اس کے لحاظ سے تو انسان کی جان و مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لیے یہ بیچ اس معنی میں نہیں ہے کہ جو چیز انسان کی ہے خدا سے خریدنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس معاملہ کی بیچ نوعیت یہ ہے کہ جو چیز خدا کی ہے، اور جسے اس نے امانت کے طور پر انسان کے حوالے کیا ہے، اور جس میں امین رہنے یا خائن بن جانے کی آزادی اس نے انسان کو دے رکھی ہے، اس کے بارے میں وہ انسان سے مطالبة کرتا ہے کہ تو برضاور غیبت (نہ کہ بہ مجبوری) میری چیز کو میری ہی چیز مان لے، اور زندگی بھر اس میں خود مختار مالک کی حیثیت سے نہیں بلکہ امین ہونے کی حیثیت سے تصرف کرنا قبول کر لے۔

بیچ کی اس حقیقت کو کبھی لینے کے بعد اس کی تضمینات کا تجزیہ کیجیے:

(۱) اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو بہت بڑی آزمائشوں میں ڈالا ہے۔ پہلی آزمائش اس امر کی کہ آزاد چھوڑ دیے جانے پر یہ اپنے مالک کا حق مالیت تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔ دوسرا آزمائش اس امر کی کہ یہ اپنے خدا پر اتنا اعتماد کرتا ہے یا نہیں کہ اس کے کیے ہوئے کل کے وعدہ جنت کے عوض اپنی آج کی خود مختاری اور اس کے مزے بیچ دینے پر بخوبی راضی ہو جائے۔

(۲) خدا کے ہاں جو ایمان معتبر ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ خیال اور عمل دونوں میں اپنی آزادی و خود مختاری کو خدا کے ہاتھ پیچ دے اور اس کے حق میں اپنے ادعائے ملکیت سے کلیتاً درست بردار ہو جائے۔

(۳) ایمان کی یہ حقیقت اسلامی رویہ زندگی اور کافرانہ رویہ زندگی کو شروع سے آخر تک بالکل ایک دوسرے سے جدا کر دیتی